© rasailojaraid.com

پیر پادشاہ حسینی

ڈاکٹر نورالسعید اختر

سنہ ۱۰۷۳ھ تا سنہ ۱۱۴۳ھ

"حیات وکلام"

ڈاکٹر سیدہ جعفر نے دکن کو بجا طور پر اجالوں کے شہر سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شمیم تصوف کی گلکاریوں سے مرغزارِ دکن ایک عرصے تک آئینۂ معرفت بنا رہا۔ تصوف کے سرمدی نغمے دکن کی وادیوں میں ابرِ رحمت کی طرح گلگشت کرتے رہے۔ ذات پات، بھید بھاؤ اور مذہبی امتیاز و تفاوت کو دور کرنے کا بیڑہ یہاں کے صوفی شعراء نے اٹھایا تھا۔ اُن کا دوسرا لائحہ عمل یہ تھا کہ اسلام کی توسیع و اشاعت کی جائے۔ پیر پادشاہ حسینی بھی صوفیوں کے اسی زمرے سے تعلق رکھتے ہیں۔

شاہ تراب علی تراب چشتی مرید پیر پادشاہ حسینی نے اپنی تمام تصانیف میں کہیں نہ کہیں اپنے پیر و مرشد کا ذکر کیا ہے۔ شاہ تراب چشتی نے "گیان سروپ" جو ترجیع بند کی شکل میں انسٹھ ۵۹ بندوں پر مشتمل ہے پیر پادشاہ حسینی کی تعریف و توصیف میں کہی ہے۔ اپنی طویل نظموں کے علاوہ مختصر نظموں، قصائد اور غزلوں میں بھی ان کی مدح سرائی موجود ہے۔

سخاوت مرزا صاحب نے ۱۹۴۰ء میں "دیوانِ سید شاہ حسینی کے زیرِ عنوان" سہ ماہی "اردو ادب" میں ایک مضمون سپردِ قلم کیا تھا۔ یہ مضمون دراصل پیر پادشاہ حسینی سے متعلق ہے اس مضمون میں پیر پادشاہ حسینی کے مختصر دیوان کے تعارف کے علاوہ ان کے عہد اور سوانح پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ سخاوت مرزا صاحب کے بیان کے مطابق پیر پادشاہ حسینی ۱۰۷۳ھ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہد عادل شاہ میں بیجاپور میں پیدا ہوئے تھے۔ شاہ تراب چشتی نے "ظہورِ کلی" اور "گلزارِ وحدت" میں پیر پادشاہ حسینی کا خاندانی شجرہ پیش کیا ہے۔ ان دونوں شجروں کا حوالہ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے شاہ تراب کی نظم "من سمجھاون" کے مقدمے میں صفحہ نمبر ۳۴، اور ۳۵ پر دیا ہے شاہ تراب کی ایک نو دریافت نظم "چہار پیر دچودہ خانوادہ"[1] میں بھی پیر صاحب کا شجرہ موجود ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اون کے لختِ جگر نورِ بصر — شاہ برہان ہادی رہبر
اون کے فرزند جانشیں ولی — شاہِ شاہان امین الدین علی
اون کے فرزند نورِ عینی ہے — حضرت بابا شاہ حسینی
اون کے فرزند و جانشینِ حق — ہیں علی پیر ہادیٔ مطلق!
اون کے فرزند جانشین ہمراز — پیر پادشاہ مرشدِ ممتاز
جس کا فیضِ کلام ہے مشہور — ہادیٔ خاص و عام ہے مشہور

شاہ تراب چشتی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام میں پیر پادشاہ حسینی سے متعلق کئی توصیفی اشعار موجود ہیں۔ جو اس امر کے غماز ہیں کہ پیر صاحب کو رمل، نجوم، منطق، فلسفہ، تصوف اور حکمت پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ انھیں عربی، فارسی اور سنسکرت کے علاوہ اہلِ ہنود کے مذہبی عقائد اور فلسفے پر بھی دستگاہ حاصل تھی۔ اس امر کی تائید شاہ تراب کے اِس بند سے ہوتی ہے[5]

ارے سنکلپ ویکلپ تبلائے — ہور اینگلا پنگلا دیکھلائے
ہور اوپتّی سب سمجھائے — اوہو کتنو توم کی رہ پائے
ناک گرما کر کر (؟) سلائے — دیودت دھننجیہ بسرائے
جو پیر حسینی پیارا ہے — اے تراب اوس بلھارا ہے

---

[1] : چہار پیر و چودہ خانوادہ از شاہ تراب چشتی نقل مملوکہ مضمون نگار شعر نمبر ۴۸ تا ۵۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ امر مسلّم ہے کہ پیر پادشاہ حسینی ۱۱۱۵ھ تک بقیدِ حیات تھے کیونکہ اسی سن میں انھوں نے شاہ تراب چشتی کو خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا تھا۔ یہاں ایک امر کی وضاحت بھی ضروری ہے ڈاکٹر سیدہ جعفر نے "پنجدہ" سے مراد پچاس[1] لی ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ مضمون نگار نے پنجدہ دیک صد ہزار" سے مراد ۱۱۱۵ھ لی ہے جو زیادہ صحیح ہے۔

او ولیِ عصر مرشد نامدار
درسن پنجدہ دیک صد ہزار (۱۱۱۵)
روز جمعہ ماہِ رجب بوقتِ شام
دی خلافت گنج الاسرار بخشے نام

(ظہورِ کلی: شاہ تراب باب نمبر ۱۹)

پیر پادشاہ حسینی اور شاہ تراب چشتی

اسلام کی تبلیغ واشاعت اور صوفیانہ طرزِ زندگی کا جو مشن میران جی شمس العشاق نے شروع کیا تھا، پیر پادشاہ حسینی نے اسی مشعل سے اپنے مریدین کی رہبری کی۔ انھیں دیگر مقامات کی طرف روانہ کیا تاکہ ان کے پیغامات کی توسیع ہوسکے۔ اسی قسم کا حکم انھوں نے شاہ ترابِ چشتی کو بھی دیا تھا۔ شاہ تراب نے اپنے مرشد کے حکم کو شعری جامہ اس طرح پہنایا ہے[1]

جو تیری خدمت کرے گا استوار
اور رہے گا تا قیامت استوار
جا کے کرناٹک میں ہو تکیہ نشیں
محرمِ رازِ امیر المومنین!
جس سے توں راضی خدا راضی ہے
توں نہیں راضی توں او راضی ہے (ظہورِ کلی از شاہ تراب چشتی)

[1] من سمجھاون مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر ص: ۱۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُپنشد کی تعلیم کے مُطابق بگرو یعنی پیر و مُرشد کی ہستی خدا کے مترادف ہے اور معرفت قلب کے لیے انتہائی ضروری سمجھی گئی ہے۔ شاہ تراب کےیہاں بھی اسی قسم کا تاثر موجود ہے۔ مثنوی "گلزارِ وحدت"[1] میں شاہ تراب کے مندرجہ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

خدا ہے ہور محمد ہور علی ہے ۔۔۔ کریں سب اس کو سجدہ پیر ہور امیر

اتھا حضرت علی کا نور دیدہ ۔۔۔ او حضرت پیر پادشاہ حق رسیدہ

تراب نقش پائے آں ولی ہے ۔۔۔ کہ جس کا جد امین الدین علی ہے[1]

شاہ تراب چشتی اپنے پیر و مُرشد کی محبت میں حد درجہ سرشار تھے۔ انہوں نے پیر پادشاہ چشتی کو "ثانی حیدر"، "حسینی پیر" کے القاب سے بھی یاد کیا۔ انھیں "ثانی امین الدین علی" اور "ولیِ خدا" تصور کیا۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ جو بھی "شہیدِ ناز" حُبِ حق میں سرشار راہِ معرفت کی تلاش و جستجو میں پیر پادشاہ حسینی کے پاس پہنچا، اُسے انہوں نے وصالِ یار سے مشرف کیا

شہیدِ ناز جو اس پاس آیا ۔۔۔ وصالِ یار دے اس کو جلایا

"گیان سروپ" میں شاہ تراب چشتی نے پیر پادشاہ حسینی کی ذات کو گُل تر سے تشبیہہ دی ہے۔ جس کی عرفانی مہک سے شاہ تراب کا گلشنِ ہستی مسحور ہو گیا تھا۔ شاہ تراب کے ان اشعار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیر پادشاہ حسینی اپنے وقت کے جید عالم اور صوفیِ کامل تھے ان کی شہرت گلی گلی اور کوچے کوچے تک پہنچی ہوئی تھی ؎

پیر پادشاہ صاحب بڑے ولی ۔۔۔ ہے دادا جن کا امین علی

جیوں خوشبو پھول کی کھلی کھلی ۔۔۔ یوں مشہور ہے او گلی گلی[2]

---

[1] گلزارِ وحدت: از شاہ تراب چشتی۔ مُرتبہ مضمون نگار

[2] گیان سروپ از شاہ تراب مُرتبہ مضمون نگار بند نمبر ۸۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"حال" اور "قال" کی تمام باریکیوں سے پیر بادشاہ حسینی نے اپنے خاص الخاص مرید شاہ تراب کو پوری طرح آگاہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ تراب کے "من" کو "حسینی پیا" بھاگیا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ ؎

پیر پاشا صاحب اولیاء
میں ان سے حال اور قال لیا
او ہادی اپنا کرم کیا !
من بھایا میرے دھی پیا
میں درشن کا جو شراب پیا
تن من کا جھگڑا چکا دیا

جو پیر حسینی پیا رہا ہے
اسے تراب ادس بلہار ہاہے[۱]

شاہ تراب چشتی کی فارسی نثر کا اقتباس مضمون نگار کو حال ہی میں دستیاب ہوا ہے یہ اقتباس کئی اعتبار سے غور طلب ہے، ملاحظہ ہو ؎

"روزے مرشدِ حقیقی کعبۂ تحقیق حضرت پیر بادشاہ حسینی قدس اللہ سرہٗ العزیز در باغِ آشتی جلوس رقص فرمودند و ہمہ خلفا و مریداں در مجلس حاضر بودند
دریں حالت میاں — صاحب پیہ منعرف گنج بخش
سوال نمودہ کہ یا مرشدنا اصلِ حضرتِ خمس
چہ چیز است، آں قبلہ برحق کعبۂ مطلق
ایں غلام می فرمودند کہ اے "گنج الاسرار"

---

[۱] گیان سروپ از شاہ تراب مرتبہ مضمون نگار ریند نمبر ۴۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جوابِ پسرِ منعرب گنج بخش دریاب
وحضرت خمس بگو۔ غلام بموجب حکم
سجدہ بجا آوردہ وگفت میاں صاحب
اگر عالمِ غیب می پرسی ایں بیت کافی است ؎

درگوشِ تو جملہ است ازاں دانستم
کہ ناگوش تر بوسہ زور آب نشد

اگر حقیقتِ عالمِ شہادت خواہی ؎

کہ شمہ تیغ وغمزہ خنجر ونگہ الماس — شہادت ارطلبی دشتِ کربلا اینجا است

واگر عالمِ ارواح بگویم ایں بیت کافی است ؎

چہ گویم وصفِ آں زیبندہ بینی — اگر بینی دگر خود را نہ بینی

ودر حقیقت عالم مثال ایں حال شاہدِ قال است ؎

سر چشمۂ خضر است دہانیکہ تو داری — ماہی است درآں چشمہ زبانیکہ تو داری

ودر مرتبۂ عالمِ اجسام ایں اشارہ بس است ؎

حیف باشد در وفا کم بودن از رنگِ حنا — عمر آں بہتر کہ در پائے نگار آخر شود

باز حضرت پیر ومرشد ایں غلام (عہد) آفریں وتحسیں فرمودند وارشاد کردند ؎

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام — پس سخن کوتاہ باید والسلام :۔ یعنی

مرتبہ جامع کہ انسان کامل است مظہر آسمانِ الٰہی کلّی است چنانچہ پیر ومرشدِ حقیقی

میفرمایند ؎

مرتباتِ ہفتیں انسانی است — سرِ ذاتِ مظہر رحمانی است — فہما من فہم تاملہ

ے مجموعۂ نغز :۔ از شاہ تراب ودیگر انجمن ترقی اردو علی گڑھ ۲۷-۲۹۶/۹۳ ص ۶۳

© rasailojaraid.com

سنہ ولادت اور وفات :-

سخاوت مرزا صاحب پیر پادشاہ حسینی کی تاریخ ولادت سے متعلق رقمطراز ہیں کہ۔

بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بیجاپور میں سلطان علی عادل شاہ ثانی ۱۰۶۷-۱۰۸۳ھ کے آخری عہد میں پیدا ہوئے۔ مثلاً فرماتے ہیں ؎

جب سوں کھلا ہے تجھ پو فضلِ علی
تب سوں پایا حسینی اوطان کوں

اوطان وطن کی جمع ہے۔ اس سے مراد مدد معاش، عطیاتِ سلطانی اور یہ لفظ اب بھی انھیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور محکمہ مالگزاری حیدرآباد دکن تو مشہور عام اصطلاح ہے۔ دوسرے شعر میں علی عادل شاہ ثانی کی شاعری کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

ہوا تھا شوق مجکوں طبع تیری آزمانے کا
نہیں ثانی ترا جگ میں تو نادر ہے زمانے کا

چنانچہ علی عادل شاہ ثانی "استادِ عالم" کے نام سے مشہور تھا۔ اور دکنی شعراء کے کلام کو سنتا اور اصلاح بھی دیتا تھا۔ دوسری جگہ حسینی فرماتے ہیں ؎

تجھ پو حسینی فضل علی کا ہوا اتال
تب تو کھیا ہے دل سوں فی الفور یو سخن

بندۂ صادق علی نے فضل سوں اپنے
حسینی کو دیا ہے علم مخفی خسزانے کا

• آخر الذکر میں علی رضا سے مراد ان کے والدِ ماجد حضرت علی پیر ہیں۔[1]

سخاوت مرزا صاحب نے اپنی تحقیق کے بموجب پیر پادشاہ حسینی کی تاریخ ولادت ۱۰۶۲

---

[1] دیوان سید شاہ حسینی پیر، مضمون از سخاوت مرزا، اردو ادب دسمبر ۱۹۶۰ء ص: ۳۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعین کی ہے۔ شاہ تراب چشتی کی تصانیف سے خصوصاً گلزارِ وحدت کے مطالعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ پیر پادشاہ حسینی ۱۱۷۳ھ تک بقیدِ حیات تھے۔ یہ نظم بھی اسی سنہ میں مکمل ہوئی۔ لہذا شہادت مرزا صاحب کی قیاس آرائی بڑی حد تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔

اب رہا پیر پادشاہ حسینی کے سنہ وفات کا سوال! اس سلسلہ میں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ پیر پادشاہ حسینی نے طویل عمر پائی تھی، وہ یقیناً ۱۱۷۳ھ تک زندہ رہے اور اسی سنہ کے آس پاس انھوں نے اس جہانِ فانی کو لبیک کہا۔ شاہ تراب چشتی نے نظم "گیان سروپ" میں پیر پادشاہ حسینی سے عالمِ خواب میں رہبری حاصل کی ہے۔ جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس وقت پیر پادشاہ حسینی وصال پا چکے تھے۔ ورنہ شاہ تراب اپنے پیر و مرشد سے متعلق اس طرح کیوں کر لکھتے۔ نظم گیان سروپ کے سنہ تصنیف کی تحقیق نہ ہوسکی ورنہ اس مسئلے کی عقدہ کشائی میں ہمیں ایک ٹھوس ثبوت فراہم ہوجاتا۔ شاہ تراب کا بند ملاحظہ کیجئے۔ ؎[1]

میں سپنے میں تھا تمام رات
پیر پادشاہ صاحب پکڑ کے ہات

کر ہشیار مج کوں کہلے بات
جو سمسکرت کو بنا نکات

سب عارف پادیں ذات صفات
اور قائم دائم میرے سات

جس پیر حسینی پیارا ہے
اے تراب اس بلہارا ہے

بحیثیت شاعر۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر من سمجھاون کے مقدمے میں پیر پادشاہ حسینی کی شاعرانہ عظمت پر اس طرح اظہارِ خیال فرماتی ہیں ؎

"پیر پادشاہ حسینی اپنے زمانے کے اچھے شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کا دیوان

---

[1] گیان سروپ: از شاہ تراب مرتبہ مضمون: (بند نمبر ۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"دیوانِ حسینیؔ" کے نام سے اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے جس کے مطالعہ سے اُن کی قادر الکلامی اور ان کی شعری صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اُن کی غزلیں، سراجؔ اورنگ آبادی، ولیؔ، عاجزؔ اور یقینؔ کی یاد دلاتی ہیں۔ پیر پادشاہ حسینی کی غزلوں میں بڑی سلاست، روانی، گھلاوٹ، شگفتگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ [1]

پیر پادشاہ حسینیؔ کی شاعری سے متعلق سخاوت مرزا کی یہ رائے ہے کہ "حسینی ایک دکھنی شاعر تھے، ان کے کلام میں دکنیت نمایاں ہے۔ اور یہ وہی زبان ہے جو سراجؔ اورنگ آبادی اور عارف الدین خاں عاجزؔ کی ہے۔ کلام میں سوز و گداز ہے اور تصوّف غالب ہے۔ بعض عاشقانہ اشعار غزل کی جان ہیں اور بمنزلہ تیر و نشتر ہیں۔ مثلاً

نہیں دنیا لہ جیتم پہ دیر رہا ہے لوٹ کر کانٹا جگر میں" [2]

دراصل پیر پادشاہ حسینی کی غزلیں تصوّف کی چاشنی سے بھرپور ہیں۔ انہوں نے غزل کے روایتی انداز کو برقرار رکھا۔ ان کے یہاں فارسی اور سنسکرت کی دقیق تراکیب کا استعمال زیادہ نہیں ہے۔ البتہ عربی آیات اور احادیث کے جابجا اشارے موجود ہیں۔ پیر پادشاہ حسینیؔ کا کلام ان خصوصیات کا اس لیے حامل ہے کہ انہوں نے اپنے صوفی باطریقت دادا اور صوفی صافی والد کے ہاتھوں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ علومِ ظاہری اور باطنی میں انہوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے براہِ راست کسبِ علم کیا تھا۔ اور وہ ان کے مُرید و خلیفہ بھی تھے۔

دستیاب کلام کی فہرست

دیوانِ پیر پادشاہ حسینی تین مخطوطے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے

۱۔ دیوانِ حسینی مملوکہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد۔ یہ دیوان خطِ نسخ میں لکھا ہوا

۱۔ من سمجھاوں [illegible] شاہ کلاب حسینی۔ مرتبہ سیدہ جعفر ص: ۲۷

۲۔ دیوان [illegible] حسینی، ادارہ ادب [illegible] ص ۴۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اور اس کا کاغذ دیسی ہے۔ مرتبِ فہرست نے اس کا سنہ تصنیف ما بعد ۱۰۵۰ھ لکھا ہے۔ اس دیوان میں قدیم اردو میں ۴۴ اور فارسی میں چار غزلیں ہیں۔ قدیم اردو کی ۲۵ ویں غزل کا صرف ایک مطلع درج ہے۔ اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

حسینی بادشاہ ابن برہان الدین شاہ ثانی بن علی پیر بن بادشاہ حسینی ابن امین الدین علی اعلیٰ بیجاپوری (از شجرۂ بیجاپور) مرید و خلیفہ علی پیر جدِ آن (از مخزن الاولین)

یہ دیوان اس شعر پر تمام ہوتا ہے ؎

آج کرتا ہے بات کچھ کا کچھ　　　خویر دیکھ سنگات کچھ کا کچھ

(ب) دیوانِ حسینی کا ایک مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقیِ اردو کا مخزونہ ہے۔ اس مخطوطے کا اندراج "۵۲۹ د دادین" کے تحت ہے مضمون نگار نے اس مخطوطے کا مطالعہ کیا ہے افسوس ہے کہ یہ مخطوطہ بری طرح کرم خوردہ ہے۔ اس میں ایک شعر بھی مکمل پڑھنا دشوار ہے

(ج) دیوانِ حسینی کا تیسرا نسخہ پاکستان میں موجود ہے۔ اس مخطوطے تک مضمون نگار کی رسائی نہ ہو سکی ....

(۲) ایک علیحدہ غزل | یہ غزل مضمون نگار کو کتب خانہ انجمن ترقیِ اردو میں حاصل ہوئی تھی۔ یہ غزل سب رس کے شمارے میں (مئی ۱۹۷۱ء) شائع ہو گئی ہے۔

(۳) مثنوی مہ جبین و ملّا سے ماخذ کردہ دو غزلیں | یہ دونوں غزلیں شاہ تراب چشتی کی مثنوی مہ جبین و ملا میں موجود ہیں۔ یہ مثنوی مضمون نگار کے زیر ترتیب ہے اور عنقریب کسی موقر ادبی جریدے میں شائع ہوگی۔ غزلیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) سہ وردی کا عجب نادر گلا ہے　　۱　کہ جس پر حملہ عالم مبتلا ہے

اوسجی کیوں ہر یک آوازکے تئیں　　۲　کہ یہ ہمروان سری اعلیٰ گلا ہے

کرے تشخیص ہمیر تنکرا پی کر کر　　۳　کہیں ہمیر میگ کا اچھا یا ملا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمی سو ذات بن کر آپ سو لوز — فواحِ روح اور مدعا طا ہے
ادسی خواہش ستی ہر ایک اثر میں — بشوقِ ماہیت یک دلولا ہے
اسے اس وضع سوں تبدیل آواز — کہ فیضِ ذات سے جنوں السلا ہے
حسینی جس کے تیں آواز کھتے — سو ہر گھڑی منے اوتر ملا ہے

(۲) یوهیں دل بے مشقت اسکو پایا — جو کوئی عالم کتیں ہستی میں لایا
معانی کے چمن میں غنچہ لفظ ! — کھا دلِ جیوں ہمو ضعش کلا یا
کیا میں اوس سبب ز ہد و ریائی — سراسر مگر سپھر مجھکو دس آیا
مسگر کیا ہیچ میں تبدیل آسماں — جو کیتا صبح سوں اور جامی مچایا

براے دیدنِ دیدارِ جاناں نا
اوپر کر پاؤں نا سر کو لڑایا

فارسی غزلیں | پیر پادشاہ حسینی فارسی کے بھی اچھے شاعر تھے۔ ان کے دیوان میں فارسی کی چار غزلیں پائی جاتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ یہ غزلیں نازک خیالی اور ندرتِ تشبیہہ کا بہترین نمونہ ہیں

۱۔ ہر انچہ می نمایداین خیال است — تو — خود را چہ حال است
توئی ناظر توئی منظور را حق — نظر در — بمثال است !
نظر در ہستیِ خود چوں شود خصم — در آنجا خود بخود عین فعال است
نمی بینم کسے جا خود نمائی — ہمہ جامی نماید قیل وقال است

بغیر از شاہدِ خود نیست کارے
حسینی را از و ذوقِ کمال است

۲۔ صنم بطعنہ مرا یاد میکند چکنم — دل شکستہ ما شاد میکند چہ کنم
بغیر یادِ تو یادِ دگر مباد مرا — دلم ز عشق تو فریاد میکند چہ کنم
تبارِ زلف گرفتار کردہ دلہا — ز تارِ فتنہ ایجاد میکند چہ کنم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہ عارضت کہ عذار ربیٰ است دلِ شکیں را — کہ داد گر ہمہ بر باد میکند چہ کنم

نوید عشق فرستادہ است حسینی را

بہ عزّ ہا ہمہ ارشاد میکند چہ کنم

۳۔ در دمِ دلدار دارم انتظارِ کیستم — جاں بدستِ یار دارم جاں نثارِ کیستم

خوردہ ام مئے از لبِ یارم و دل مست گشت — عاشق و معشوق خویشم بے قرارِ کیستم

سرخی در چشمِ من عکسِ رخِ یارِ من است — لالہ ام در باغ وصلت داغدارِ کیستم

زلفِ دامِ رسا کمندِ صید خاتم گشتہ است — مرغِ جاں چوں شد اسیرِ شکارِ کیستم

اے حسینی جز خیالِ یار در دل جا مدہ

صحبتِ دلدار دارم آہ یارِ کیستم!

۴۔ ہست بر ابروے تو خال سیہ اے نازنیں — قصد صورت داشتہ رنگے رسیدا از راہِ چین

زلفِ یار زنجیرِ قدرت دامِ بار ارسبہ — موجِ بحرِ ہستیِ مشتاق یا موئے عنبریں!

از نگاہِ دیدہ پرِ آشوب شاہنشاہِ حسن — فتنہ ہا برخاستہ بر دیدۂ خوش رنگ بین

سرو بستانِ عدن یا قامتِ نخلِ مراد — یا قدرت راحق ز قدرت آفریدہ اینچنیں

اے حسینی او بنگہ صد پیچ و تابے خورد

پس نزاکت درد آنموئے میانِ کمتریں[1]

مخمس۔ مظہر جانِ جاناں کے شاگرد انعام اللہ خاں یقین کی غزل جس کا مشہور مطلع یہ ہے ؎

زنجیر میں زلفوں کے پھنس جانے کو کیا کہیے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

اس کے آخری مصرعہ پر پیر پادشاہ حسینی نے ایک عارفانہ مخمس کہا تھا۔ جو مخزن الامین[2] مصنفہ

۱۔ دیوانِ حسینی۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد

۲۔ مخزن الامین (دکھنی) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن (تصوف قلمی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امین الدین ثانی ابن پیر پادشاہ حسینی درج ہے۔ یہاں ہماری معلومات میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ پیر پادشاہ حسینی کے فرزند ارجمند صاحب زادہ سید امین الدین ثانی بھی صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ یہ عارف کامل تھے۔ ان کی تین تصانیف دستیاب ہیں۔ پیر پادشاہ حسینی کے مخمس کے بند ملاحظہ ہوں۔ ؎

تجھ عشق کے سودے سوں آرام نہیں مجکوں
بے کل ہوں تڑپنے بن کچھ کام نہیں مجکوں
انکھیاں ہے کے بجز مسکن بسرام نہیں مجکوں
جز شاہدی شاہد کے انجام نہیں مجکوں
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

جب لوز کے دریا میں یک رنگ ہو جاوے گا
امواج نمن سر کوں ہستی سوں اوجاوے گا
سقہ اہے سولی چیڑ آپس کو سزا دے گا
تب رازِ حسینی گنجِ مخفی کا بتا دے گا
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے[1]

نو دریافت کلام

انجمن ترقی اردو علی گڑھ ایک مخطوطے (د $\frac{297/ا}{92}$) میں پیر پادشاہ حسینی کے نہایت چہیتے شاگرد شاہ تراب حسینی کا بیشتر کلام موجود ہے۔ اسی مخطوطے میں "ارشاد پیر پادشاہ حسینی، صاحب قبلہ" کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل کلام موجود ہے۔

۱۔ غیب کے پردے ستے وحدت کے تئیں کر آشکار[2] درمیانِ دو مراتب چار کیتا اعتبار

---

[1] من سمجھاون از شاہ تراب مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر ص ۳۷ ۔ ۳۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منتفی ہوئے سبوں عدد اِن سے وسے ہو حرفؔ ہو   اس سبب ہے ذات پر یعنی احد کا کل قرار
ہے سبب اعداد کے اثبات ہونے میں تمام   واحدیت کی سمجھ ہیں اعتبارات چہار
اتحادِ کل ہے اوس ترتیب تے تیئں کہتے شیون   ہور تعین اولیں پھر اوس کوں کہتے ہیں شمار
یعنی دائرکوں کہتے جنھے تعین دو یمی   اس سبب اوّل نقطہ سوں دایر آیا ہے شمار
خط کے تیئں کہتے تعین سیوم صاحب دلاں   بعد دایرہ ہی نقطہ سوں خط ہوا ہے ہو بکار
حضرتِ ما اس سبب یو ہے تعین چہارمی   جب تلک نیں سطح تب تلک کیوا ملے دایر کو مدار
یا لما لولاک اوس کی شان میں مرقوم ہے   جس کے چہرے پہ ہے دایم معشوقیت کا بہار
عین ہو کر کون کے عدد یہی اوہیں یا ہے سبب   کلہم کوں اس سبب ہستی میں لایا ایکبار
الله اللہ عین نے کیا دائرہ پایا ہے خوب   جس منے دستے ہیں سب یو عین ہو کر استوار
مرد مک ہو کر دسے غیب ہویت کا نقطہ   اوس نقطہ سوں یو تلی اسود دسے دایر کے سار
اوس منے خطِ نگہ کوں یو زنخ کیرا عجب   مرتبے دو دلوں دسیں شرح ہو ورتیں انتہا
کیوں نہ اس سطح پو رہیں اوّل دویم ہم سیوم   سطح سو یعنی سفیدی ہر سہا کیار
سطح کوں واجب اگر بولوں بجا ہے گر تمیز   جیوں میانے جلدِ مصحف ہر کلام کردگار
یوں ہے اس تنِ دل کے اوپر اسم حسنیٰ کی مثال   ہے مظاہر جیوں سو قرآن پو نقش نگار
دو دلی
دالِ مقصود ہو گنبد یا گلدستہ حسنِ تمام   دہن گاہِ دلبری ہے جس منے سرتا قدم
دونوں پیالے کنارے سکو نیلا سرستی   حسن کے گلشن کے تیں سیراب کرنے دمبدم
اس کھبالی لٹ منے شعلے سیلانے پن ستے   منے یک موتی پایا اگرچہ کھویا سب جنم
صفحہ گل پر غلامی خط دیا سنبل نے لگ   دیک کر رخسار پر اوس زلف کے تیں لا بزم
خذرِ کامل ہے جبیں یا آفتابِ صبح خیر   مطلعِ انوار ہے یا منے حسن قدم
تسمہ ہے اوس جبہ پر یا فردِ اورِ حسن کے   اسمِ ذاتی کا الف ہے از ید قدرت رقم
گوش یا کان سمع یا نتائجِ دو عرشِ بریں   یا صدف ہے جس منے دُر راز کے اچھتے ہیں جم

© rasailojaraid.com

کیوں نہووے قوسِ قزح درا رنجابت منفعل
رشک سیں ابرو کے ہے سب فرنگستانِ عدم

نخل قدِ دلبربا کے تئیں نزاکتوں نجھاد (؟)
بار دو یا دام سوں ابرو کے ہو رہنے شاخ خم

چنگل شاہین ہو دستے ہیں مژگاں دراز
صید آں ہو دوے اگرچہ ہے بجا مرغِ دلم

جس کا شاگرد ادنیٰ علین سحر سامری
اے دل اوس چشمِ سیاہ کا دیکھ ہے مغتنم

نکتہ جیم جمال اللہ دستا مردمک
ہے نکتہ یوں اوس منے جیوں نورِ ذاتی در قلم

واحدیت احدیت کے بیچ وحدت نا سکہ (؟)
فی الحقیقت میں لو بنی (؟) ہے دیکھو برزخ تم

گر تبسم میں دکھاوے سحر گر تو کیا عجب
مکہ منے دھرنے ہے کالے او صنم اعجاز جم

کیوں رہے ہو کر شگفتہ گلشنِ معنی کی کل
جب تلک آوے نہ ہو شیریں سخن غنچہ فم

ہے عرق رخسار پر یا ہے گلاب از گل جدا
یا کل خورشید ہے گا حسن کے شبنم سوں نم

گرچہ صد یوسف زکنعاں آدیب اوس کے دید کوں
گر پڑیں یکبار اوس چاہِ ذقن میں ہو تدم

اس دل مشتاق کے ہو کر دسیں سب باقوت لوٹ
سینہ دسا عدد بازو ہم کفِ دستِ صنم

صاف سینہ میں دو پستان یا حباب بحرِ حسن
یا دو شاہ ناز میں ہیں کر و فر میں بیش و کم

گر نمایاں گاہ کم چشم تو ہم ہیں کمر
یا اداوس کا چندر اچکۂ نہیں دستا ہے ہم

نقش قالین ہو رہے سب گل رخاں بکیاں کے
دیک کر اوس کے قدم میں حسن کا قائم بدم

اے صنم دیکھے اگرچہ تجہ نزاکت کا خرام
کیوں نہ دوڑیں تجہ جلو میں سروِ گلزارِ ارم

یک بیک او دلربا ہمدم حسینی سوں ہوا
ہے سراپا جس منے صد شیوۂ لطف و کرم

جناب سخاوت مرزا صاحب نے ہاشمی بیجاپوری (۱۰۹۰ھ)، شیخ محمود بحری (۱۱۳۰ھ متوفی) ولی دکنی (۱۱۱۹ھ متوفی)، عزلت (۱۱۹۰ھ)، عارف الدین خاں عاجز (۱۱۷۸ھ)، سراج اورنگ آبادی (۱۱۷۷ھ)، میر عبدالحی تاباں، مظہر جان جاناں ۱۱۹۵ھ، اور انعام اللہ خاں یقین (۱۱۶۹ھ) کو بھی بادشاہ حسینی کے معاصرین میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ حسینی کی شاعری ان شعرا کی خوشہ چینی ہے .....

© rasailojaraid.com